بسم اللہ الرحمن الرحیم

احکامِ عُشر

مؤلفہ

فقیہ العصر، سید الطائفہ
حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

مرتبہ

حضرت مولانا سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہ
مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

ناشر

جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ
کندیاں ضلع میانوالی 0300-8999668

مرتبہ

حضرت مولانا سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہ

مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

کندیاں ضلع میانوالی 0300-8999668

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ، گذارش آنکہ جس طرح سونا چاندی مال تجارت اور نقدی پر زکوۃ فرض ہے اسی طرح زمین کی پیداوار گندم، چاول، چنا وغیرہ پر عشر یا نصف عشر فرض ہے لیکن افسوس کہ اس کی ادائیگی میں بڑی غفلت پائی جاتی ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عشر کے احکام عام طور پر مسلمانوں کو معلوم نہیں ہیں، اس لیے ضرورت تھی عشر کے احکام سے متعلق ضروری مسائل پر ایک جامع رسالہ شائع کیا جائے جو اس ضرورت کو پورا کرے احقر کے والد صاحب فقیہ امت حضرت اقدس مفتی عبد الشکور ترمذی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف عجیب "اسلامی حکومت کے مالیاتی نظام" میں عشر کے احکام کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے احقر نے اسی تالیف سے عشر کے یہ احکام مرتب کیے ہیں جو پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں اب خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی سے اس کی اشاعت کے لیے برادر عزیز مولوی اسامہ رمضان سلمہ نے تقاضا کیا چنانچہ نظر ثانی کے بعد اب حضرت خواجہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی زیر نگرانی اسے خانقاہ سراجیہ کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نفع کو عام و تام فرمائیں اور مسلمانوں کو اس فریضہ کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ فقط

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

29 محرم الحرام 1438ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احکام عشر

عشر

لفظ عشر کے اصلی معنی دسواں حصہ ہے مگر حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واجبات شرعیہ کی جو تفصیل بیان فرمائی ہے، اس میں عشری زمینوں کی دو قسم قرار دی ہیں، ایک میں عشر یعنی دسواں حصہ پیداوار کا ادا کرنا فرض ہوتا ہے اور دوسری میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ لیکن فقہاء کی اصطلاح میں ان دونوں قسموں پر عائد ہونے والی زکوۃ کو عشر ہی کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

خلاصہ

یہ کہ زمین کے واجبات دو قسم کے ہیں (1) عشر (2) خراج، اور ان دونوں کے احکام میں بھی فرق ہے اور اس میں بھی کہ عشر مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے اور خراج ابتداء غیر مسلموں پر، عشر زمین کی پیداوار کی زکوۃ اور عبادت ہے۔

مگر عملی طور پر عشر اور زکوۃ اموال میں یہ فرق ہے کہ اموال تجارت اور سونا چاندی وغیرہ اگر سال بھر رکھے رہیں ان میں کسی وجہ سے کوئی نفع نہ ہو بلکہ نقصان بھی ہو جائے مگر سال کے آخر میں مقدار نصاب سے کم نہ ہوں تو بھی ان اموال کی زکوۃ ہر سال ادا کرنا فرض ہے، اور عشر میں پیداوار پر صرف ایک دفعہ عشر لازم ہو گا۔

عشر کی فرضیت

عشر کا فرض ہونا قرآن شریف، حدیث شریف، اجماع امت اور قیاسِ مجتہد کے ساتھ ثابت ہے، ذیل میں قرآن مجید و حدیث سے مختصر طور پر عشر کے فرض ہونے کا ثبوت

پیش کیا جاتا ہے۔

قرآن سے ثبوت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ. (سورۃ البقرہ آیت 254 پارہ 3)

ترجمہ: اے ایمان والو! خرچ کرو ستھری چیز اپنی کمائی میں سے اور اس چیز میں سے جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے زمین سے۔

یہ ارشاد عشر کے فرض ہونے کی دلیل ہے اور لفظ "اخرجنا" سے اشارہ ہے اس بات کی طرف ہے کہ عشری زمین میں عشر واجب ہے اس آیت کے عموم سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے کہ عشری زمین کی ہر قلیل و کثیر پیداوار پر عشر واجب ہے۔

سورہ انعام کی آیت

وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ

ترجمہ: (اور ادا کرو ان کا حق جس دن ان کو کاٹو) وجوب عشر میں بالکل صریح اور واضح ہے۔ معنی یہ ہیں کھیتی کاٹنے یا پھل توڑنے کے وقت اس کا حق ادا کرو۔

حدیث سے ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تمام کتب حدیث میں منقول ہے۔

ماسقت السماء ففيه العشر وما سقى بغرب او دالية ففيه نصف العشر

یعنی بارانی زمینوں میں جہاں آب پاشی کا کوئی سامان نہیں صرف بارش پر پیداوار کا دارومدار ہے ان زمینوں کی پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکوۃ نکالنا واجب ہے اور جو

زمینیں کنویں سے سیراب کی جاتی ہیں ان کی پیداوار کا بیسواں حصہ واجب ہے (از معارف القرآن)

وجوب عشر کی شرائط

پہلی شرط

عشر کے واجب ہونے کی پہلی شرط مسلمان ہونا ہے کیونکہ عشر خالصۃ عبادت ہے اور کافر عبادت کا اہل نہیں (نظام اراضی بحوالہ بدائع)

تنبیہ

مسلمان کی زمین کی پیداوار میں اصل فریضہ عشر ہی ہے کہ ابتداء مسلمان پر خراج عائد نہیں کیا جاتا مگر کافر سے خریدی ہوئی خراجی زمین کی پیداوار میں اس کا سابقہ وظیفہ خراج مسلمان پر بھی لازم رہے گا۔

دوسری شرط

زمین کا عشری ہونا ہے، خراجی زمین پر عشر واجب نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک زمین پر دو فریضے عشر اور خراج کے جمع نہیں ہوسکتے (نظام اراضی) اس لیے مسلمان کی جس زمین پر خراج واجب ہو اس پر عشر واجب نہیں ہوگا۔

تیسری شرط

زمین سے پیداوار کا حاصل ہونا ہے، اگر کسی وجہ سے پیداوار نہ ہو خواہ کسی بے اختیاری سبب سے یا اس کی کوتاہی اور غفلت سے کہ زراعت ہی نہیں کی یا اس کی خبر گیری اور حفاظت نہیں کی بہر صورت عشر ساقط ہو جائے گا (نظام اراضی) بخلاف خراج کے۔

چوتھی شرط

یہ ہے کہ پیداوار کوئی ایسی چیز ہو جس کو بونے کا رواج ہو اور عادتاً اس کی کاشت کر کے نفع اٹھایا جاتا ہو، خود رو گھاس یا بے کار قسم کے خود رو درخت اگر کسی زمین میں ہو جائیں تو ان میں عشر نہیں گھاس اور بانس کو اگر آمدنی کی غرض سے اگایا گیا ہو یا سینچا گیا ہو تو ان میں بھی عشر ہے اور ویسے ہی کوئی درخت اگ گیا تو نہیں (نظام اراضی)

عقل و بلوغ شرط نہیں

عام احکام شرعیہ میں عاقل بالغ ہونا بھی شرط ہوتا ہے مگر زمین پر عشر کے وجوب میں یہ دونوں شرطیں نہیں، زمین کا مالک اگر بچہ یا مجنوں ہو مگر زمین سے پیداوار حاصل ہوتی ہے تو اس میں عشر واجب ہو گا ان دونوں کے اولیاء پر اس کا ادا کرنا فرض ہو گا، بخلاف زکوۃ کے کہ وہ بچہ اور مجنون کے مال میں واجب نہیں ہوتی۔ (نظام اراضی)

ملکیت زمین

اسی طرح ملکیت زمین بھی وجوب عشر کے لیے شرط نہیں اس لیے اراضی وقف جن کا کوئی مالک نہیں ہوتا ان پر بھی عشر لازم ہے نیز جس شخص کی زمین اپنی نہیں کسی سے بطور عاریت (مانگنے کے طور پر) کے لے لی ہے یا اجارہ اور کرایہ پر لے لی ہے اور اس میں زراعت کرتا ہے تو پیداوار کا عشر اس شخص کے ذمہ ہے جو پیداوار حاصل کرتا ہے مالک زمین کے ذمہ نہیں۔ علی خلاف المستاجر بین الامام وصاحبیہ (بدائع) وفی الحاوی وبقولهما ناخذ (در مختار) (نظام اراضی)

مسئلہ۔۔۔۔ مساجد، مدارس اور خانقاہوں پر وقف شدہ اراضی کی پیداواری میں بھی عشر واجب ہو گا۔ وکذالك الخارج من الارض الموقوفة على الرباطات والمساجد يجب فيها العشر عندنا (المبسوط 5/3)

مسئلہ۔۔۔۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین کو نقد روپیہ کے عوض کرایہ ٹھیکہ پر دے دیا تو اس کی پیداوار کا عشر بقول مفتی بہ مالک زمین کے ذمہ نہیں بلکہ مقاطعہ دار (ٹھیکیدار)

کے ذمہ ہے جو زمین کاشت کر کے پیداوار حاصل کرتا ہے (نظام اراضی)

مسئلہ۔۔۔ اگر زمین دوسرے شخص کو مزارعت یعنی بٹائی پر دی ہے کہ پیداوار میں ایک معین حصہ مالک زمین کا اور دوسرا معین کاشت کار کا مثلا دونوں میں نصف نصف ہو یا ایک تہائی اور دو تہائی ہو اس صورت میں عشر دونوں پر اپنے اپنے حصہ پیداوار کے مطابق لازم ہو گا۔ (نظام اراضی)

خلاصہ یہ کہ مفتی بہ قول کے مطابق ٹھیکہ اور بٹائی پر دی ہوئی زمینوں میں عشر پیداوار کے مالک پر واجب ہوتا ہے جو پیداوار حاصل کرتا ہے وہی عشر ادا کرتا ہے، نقدی پر ٹھیکہ کی صورت می پیداوار کا مالک ٹھیکہ دار ہوتا ہے اس لیے عشر ٹھیکہ دار کے ذمہ ہوتا ہے اور حصہ معینہ پر بٹائی کی صورت میں پیداوار کا مالک کاشت کار اور مالک زمین دونوں ہوتے ہیں، اس لیے عشر بھی دونوں پر اپنے اپنے حصہ پیداوار کے مطابق لازم ہوتا ہے۔

مسئلہ۔۔۔ اگر کسی شخص نے کوئی زمین تجارت کی نیت سے خریدی اور اس زمین کی کاشت کر رہا ہے تو اس کی پیداوار پر عشر واجب ہو گا زکوۃ تجارت واجب نہیں ہو گی کیونکہ زمین کی اصل زکوۃ عشر ہے نیت تجارت کی وجہ سے اس پر دوسری زکوۃ لازم نہیں ہو گی جیسے مویشی اگر تجارت کی نیت سے پالے ہوں تب بھی ان کی زکوۃ وہی رہے گی جو مویشی کے لیے مقرر ہے تجارت کی زکوۃ عائد نہیں ہو گی۔

مسئلہ۔۔۔ جو زمین بیع بالوفا (جس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ جب بائع خریدار کو زر ثمن واپس کر دے تو وہ بائع کو بیچی ہوئی زمین واپس کر دے) کے ساتھ فروخت کی گئی ہو اگر وہ زمین عشری ہو تو جب تک زمین بائع کے قبضہ میں ہے وہی عشر ادا کرے گا اور اگر مشتری نے قبضہ کر کے کاشت کاری بھی کی ہے اور اس کاشت کاری نے اس زمین کو نقصان نہیں پہنچایا تو عشر مشتری دے گا ورنہ عشر بائع پر ہو گا (شامی 2/59)

مسئلہ۔۔۔ اگر زمین عشری کو کسی نے غصب کر لیا اور اس میں کاشت کی اگر اس سے زمین میں نقصان نہ پہنچا تو مالک پر عشر نہیں اور نقصان پہنچا ہو تو عشر مالک پر ہو گا۔ (شامی 2/59)

مسئلہ۔۔۔ اگر عشری زمین کی فصل کاشتہ بغیر زمین کے فروخت کی گئی ہو تو اگر فصل خام فروخت ہوئی تو عشر مشتری (خریدنے والے) پر ہو گا اور اگر پختہ فروخت ہوئی ہو تو عشر بائع (فروخت کرنے والے) پر ہو گا۔ (در مختار و شامی 2/74)

عشر کے لازم ہونے کا وقت

مسئلہ۔۔۔ پھلوں ترکاریوں اور غلوں پر عشر کے لازم ہونے کے وقت میں اختلاف ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب میوہ اور کھیتی میں دانہ ظاہر ہو جائے اور بگڑنے کا ڈر نہ رہے اگرچہ کٹنے کے قابل نہ ہوا ہو اس وقت عشر لازم ہو جاتا ہے، اس سے پہلے اگر کھایا یا کھلایا تو ضامن نہ ہو گا، اور اما ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب کاٹنے کے لائق ہو جائے اس وقت عشر لازم ہوتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب تک کاٹ کر ایک جگہ جمع نہ کیا جائے اس وقت تک عشر لازم نہیں ہوتا۔ (شامی 2/59)

مسئلہ۔۔۔ عشر کے لازم ہونے کے بعد مالک زمین کے اختیار کے بغیر اگر غلہ تلف ہو گیا یا چور لے گئے، تو اس تلف شدہ کا عشر ساقط ہو جائے گا اور باقی موجودہ کا عشر واجب ہو گا۔ (شامی 2/72)

مسئلہ۔۔۔ عشر ادا کرنے سے پہلے جس قدر غلہ استعمال کرے گا یا کسی کو دے گا اجرت پر یا بغیر اجرت اس کے عشر کا ضامن ہو گا۔ (در مختار 2/72 شامی)

تعجیل عشر

اگر اپنی زمین کا عشر بونے سے پہلے ادا کر دیا تو جائز نہیں اور اگر بونے اور اگنے کے بعد

ادا کیا تو جائز ہے اور اگنے سے پہلے ادا کیا تو اظہر یہ ہے کہ جائز نہیں اور اگر پھلوں کا عشر پہلے سے دے دیا تھا تو اگر پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد دیا ہے تو جائز ہے اور پھلوں کے ظاہر ہونے سے پہلے دیا تو ظاہر الروایات کے بموجب جائز نہیں (شامی 72/2)

نصاب عشر

عشر کا ضابطہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہے کہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو ہر حال میں اس کا عشر نکالنا فرض ہے، اس کے لیے زکوۃ کی طرح کوئی خاص نصاب مقرر نہیں جس سے کم ہونے پر عشر ساقط ہو جائے۔ (مفتی بہ قول بھی یہی ہے)

حولان حول

سال کا گزرنا بھی وجوب عشر کے لیے شرط نہیں بلکہ جتنی دفعہ سال میں پیداوار ہو گی یا جتنی بار ایک ہی پیداوار کٹے اور بڑھے گی اتنی دفعہ ہی عشر واجب ہو جاتا ہے۔

قرض

قرض کا نہ ہونا بھی وجوب عشر کے لیے شرط نہیں بلکہ قرض کے ہوتے ہوئے بھی عشر کا ادا کرنا واجب ہے اور قرض کی رقم کو منہا بھی نہیں کیا جا سکتا۔

مقدار واجب

لفظ عشر کا معنی ہے دسواں حصہ، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدار واجب میں یہ تفصیل بیان فرمائی ہے کہ جو زمین آسمانی پانی سے سیراب ہو اس میں عشر ہے اور جس کو بڑے ڈول یا رہٹ وغیرہ کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس زمین کی آب پاشی پر کچھ محنت یا خرچ کرنا پڑتا ہے جیسے چاہی زمینوں میں نہری زمینوں میں جن کے پانی کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے تو ان میں پیداوار

کا بیسواں حصہ ادا کرنا واجب ہے،(نظام اراضی) ایسی زمینوں کا حکم بھی بارانی زمینوں جیسا ہے جو سیلاب کے پانی یا ندی نالے اور دریا کے کنارے پر ہونے کی وجہ سے بغیر سینچے خود بخود سیراب ہو جاتی ہیں یعنی ان کی پیداوار میں دسواں حصہ عشر واجب ہوگا۔

مسئلہ۔۔۔ اگر کسی زمین کی آب پاشی برانی ہے تو عشر واجب ہوگا اور اگر کنویں یا نہر تالاب وغیرہ سے سیراب کرنا زیادہ ہے تو نصف عشر واجب ہوگا۔(نظام اراضی)

مسئلہ۔۔۔ جس زمین کی آب پاشی بارش اور کنویں یا نہر دونوں طریقوں سے برابر ہو تو اس میں آدھی پیداوار کا عشر واجب ہوگا، آدھی کا نصفر عشر(نظام اراضی)

مسئلہ۔۔۔ عشر یا نصف عشر پوری پیداوار میں سے نکالا جائے، بونے، کاٹنے اور حفاظت کرنے کے اسی طرح بیلوں اور مزدوروں کے جو اخراجات ہیں وہ(پیداوار عشر سے منہا نہیں ہوں گے) ادائے عشر کے بعد نکالے جائیں(نظام اراضی)

اسی طرح کمیوں کا خرچ بھی نہ نکالا جائے، اور نہ نہر کی کھدائی وغیرہ کی اجرت نکالی جائے، اور نہ بیج نکالا جائے بلکہ تمام پیداوار کا عشر نکال کر پھر باقی میں سے یہ اخراجات نکالے جائیں۔(شامی 2/26)

مسئلہ۔۔۔ باغات کے احکام بھی وہی ہیں جو زرعی زمینوں کے اوپر بتلائے گئے ہیں کہ بارانی زمین کے باغ کی پیداوار میں دسواں حصہ اور نہری یا چاہی باغ کی پیداوار میں بیسواں حصہ زکوۃ عشر کا واجب ہے۔(عالمگیری)

مسئلہ۔۔۔ اگر سلطان وقت یا اس کا نائب کسی عشری زمین کا عشر کسی شخص کو معاف کردے تو نہ شرعا اس کے لیے یہ معاف کرنا جائز ہے اور نہ مالک زمین کے لیے یہ عشر اپنے خرچ میں لانا حلال ہے بلکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ خود مقدار عشر نکالے اور فقراء ومساکین پر صدقہ کرے(نظام اراضی)

تنبیہ

(1)۔۔۔ حکومت قانونی طور پر فرض عشر میں سے جس قدر عشر وصول کرے اس کو دے کر باقی عشر از خود اس کے مصارف میں ادا کرنا واجب ہے مثلاً بارانی زمین میں سے پانچ فیصد حکومت وصول کرے تو باقی پانچ فیصد از خود مصارف عشر میں ادا کرنا واجب ہو گا۔

(2)۔۔۔ اسی طرح مزارعین کے حصہ کا عشر حکومت وصول نہ کرے تو مزارعین کے ذمہ بطور خود اپنے حصہ کا عشر اس کے مصارف میں ادا کرنا واجب ہے۔

(3)۔۔۔ اور پیداوار کی جس چوتھائی کے کم کرنے کا اختیار حکومت نے مالک کو دیا ہے اس چوتھائی کا عشر بھی بطور خود ادا کرنا مالک کے ذمہ واجب ہے۔

مسئلہ۔۔۔ حکومت اپنے قانون کے مطابق پانچ وسق یعنی چھبیس من ستائیس سیر بارہ چھٹانک سے کم پیداوار میں اگر عشر وصول نہ کرے تو چونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے منصب کے مطابق تھوڑی ہو یا بہت کل پیداوار میں عشر واجب ہے اس لیے اس مقدار سے کم پیداوار میں سے بطور خود عشر کے مصارف میں ادا کرنا واجب ہے۔

سرکاری مال گزاری

چونکہ زمین کا عشر زکوۃ کی طرح ایک مالی عبادت ہے اور اس کا مصرف بھی وہی ہے جو زکوۃ کا ہے اس لیے زمینوں کی مال گزاری یا کسی ٹیکس کے ادا کرنے سے عشر ادا نہ ہو گا جیسا کہ تجارتی مال یا نقد کی زکوۃ انکم ٹیکس وغیرہ ادا کرنے سے ادا نہیں ہوتی اس وجہ سے لازم ہے کہ حکومت کی مال گزاری ٹیکس کی ادائیگی کے بعد بھی زمین کا عشر نکالا جائے، البتہ خراج چونکہ عبادت نہیں بلکہ محض ایک ٹیکس ہے اس لیے خراجی زمینوں کے مسلمان مالک جو رقم مال گزاری میں ادا کرتے ہیں، حکومت کو دینے سے خراج 1/5 ادا ہو جائے گا۔ (نظام اراضی، بتفسیر شرعیہ 1/57)

تنبیہ

حکومت پاکستان اس وقت مسلمانوں سے جو انکم ٹیکس وصول کرتی ہے وہ چونکہ زکوۃ کے شرعی اصول کے تحت نہیں ہوتا اسی طرح زمین کی مالگذاری کی وصولی میں بھی عشر اور خراج کے شرعی اصول کا لحاظ نہیں کیا جاتا اس لیے انکم ٹیکس یا زمین کی مالگذاری ادا کرنے پر بھی زکوۃ اور عشر کے فرائض سے سبکدوش نہیں ہوتی مگر مصارف خراج پر چونکہ حکومت بہت زیادہ رقوم خرچ کرتی ہے جن میں فوج کی تنخواہ اور دوسرے فوجی مصارف سب داخل ہیں اس لیے خراجی زمینوں کے مسلمان مالک جو رقم سرکاری مال گزاری میں ادا کرتے ہیں چونکہ خراج عبادت نہیں اس لیے خراج ادا ہو جاتا ہے۔ (نظام اراضی)

اب اگر حکومت پاکستان زکوۃ و عشر کو شرعی اصول کے مطابق وصول کرنے اور ان کے شرعی مصارف پر خرچ کا انتظام کر رہی ہے تو حکومت کو ادا کرنے سے بھی زکوۃ و عشر ادا ہو جائیں گے، اور دینے والا بھی فرض سے سبکدوش ہو جائے گا۔

اجناس جن میں عشر واجب ہے اور جن میں نہیں

عشری زمین سے جو پیداوار ہو خواہ کم مقدار ہو یا زیادہ ہو غلہ ہو یا سبزی ترکاری، میوہ، پھل وغیرہ ہو بشرطیکہ وہ اس زمین کی مقصودی پیداوار ہو اس میں عشر لازم ہے آم وغیرہ جو پھل تھوڑا تھوڑا اترتا ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس قدر پھل اترتا جائے اس قدر کا عشر دے دینا چاہیے۔ (فتاوی رشیدیہ)

مسئلہ۔۔۔ زمین کی ایسی پیداوار جس کی مالیت مقصود نہیں نرسل معمولی بے قیمت لکڑی جیسے لنی اور خودرو گھاس، بھوسہ اور کھجور کے پتے، گوند اور خطمی اور روئی کی کالی ڈنڈی اور بازنجان کی بیل اور خربوزہ اور تربوز کے تخم اور دوائی اور دھنیے کے پتے وغیرہ ان میں عشر نہیں ہے، کیونکہ ان میں مالیت مقصود نہیں ہوتی، ہاں اگر ان سے مالیت مقصود ہو جیسا کہ آج کل کے زمینداران اپنی اراضی میں نرسل، بانس، وغیرہ بڑی

حفاظت سے رکھتے ہیں اور یہ ان کے نزدیک اس زمین کی پیداوار شمار کی جاتی ہے تو اس صورت میں عشر ہو گا۔(در مختار)

مسئلہ۔۔۔بھوسہ اگر دانہ سے اتارا جائے جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں تھریشر وغیرہ سے بھوسہ دانے سے الگ کیا جاتا ہے تو اس میں عشر نہیں کیونکہ مقصودی پیداوار دانہ ہے بھوسہ نہیں اور اگر خام گندم کاٹ کر اس کا بھوسہ بنایا تو اس میں عشر ہو گا۔(شامی)

مسئلہ۔۔۔کاشت کردہ گھاس اگر کسی زمین میں اس کی مقصودی پیداوار شمار کی جاتی ہے تو اس میں میں عشر لازم ہو گا اور جو گھاس تابع ہو کر کسی کھیتی میں ہو کہ اس سے پیداوار مقصود نہ ہو تو عشر لازم نہیں ہو گا، جو گھاس کسی زمین میں کاشت کر کے چارہ لیا جائے جیسا کہ میتھی، مٹر، جوار، گوارہ وغیرہ ان میں عشر لازم ہے اور جو گھاس کسی کھیتی میں خود بخود اگ جائے یا تخم ڈال کر بویا جائے مگر وہ مقصودی پیداوار نہ ہو بلکہ دوسری مستقل فصل کے تابع ہو اور قبل از تیاری فصل سے کاٹ کر کھلایا جائے جیسا کہ گندم میں سر شرف یا روئی میں روان یا موٹھ جو مستقل پیداوار شمار نہیں کی جاتی ان میں عشر نہیں ہے۔

گندم جوار وغیرہ کی سبزی جو اوپر سے کاٹی جاتی ہے جس کو خوید کہتے ہیں اور اصل اس کی بدستور رہتی ہے جس سے پھر وہ بحال ہو جاتی ہے اس سبزی میں عشر نہیں اور اگر اس طرح کاٹی جائے کہ پھر وہ بحال نہ ہو سکے تو اس پر عشر لازم ہو گا کیونکہ اس فصل کے یہی منافع مقصودہ ہیں۔

مسئلہ۔۔۔شہد اگرچہ قلیل ہی کیوں نہ ہو اور زمین غیر خراجی سے نکلے چاہے وہ زمین غیر عشری ہو جیسے پہاڑ اور جنگل تو اس میں عشر لازم ہے اور اگر زمین خراجی سے نکلے تو عشر ساقط ہے۔

(در مختار 66/2)

مسئلہ۔۔۔ پہاڑ اور جنگل کے درختوں کا میوہ جب زیر حفاظت اسلامی حکومت ہو تو عشر لازم ہے ورنہ نہیں۔(در مختار 2/66)

مسئلہ۔۔۔ تمام اقسام کی ترکاریوں وغیرہ میں امام اعظم ابو حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشر لازم ہے جیسا کہ خربوزہ، تربوز، خیارین (کھیرا) لہسن، پیاز، دھنیا، توری، کدو، کریلا، کیلا، سنگترا وغیرہ (در مختار 2/68)

غرضیکہ امام ابو حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو چیزیں زمین سے پیداوار میں حاصل ہوتی ہیں جیسے گیہوں، جو، چنا، چاول، مکئی، جوار، باجرہ، اور ہر قسم کے دانے اور ترکاریاں سبزیاں، پھول، ترکھجوریں، گنے، ککڑی، کھیرے، بینگن اور اسی قسم کی دوسری چیزیں خواہ ان کے پھل باقی رہیں یا نہ رہیں تھوڑے ہوں یا بہت ہوں خواہ ان کو بارش کا پانی ملے یا نہری سے لیا جائے، ان سب میں عشر واجب ہو گا اور السی کے پیڑوں اور بیجوں میں عشر واجب ہوتا ہے، کیونکہ ان دونوں سے فائدہ مقصود ہوتا ہے اور اخروٹ، بادام اور زیرہ اور دھنیا میں عشر واجب ہوتا ہے لیکن ہر وہ پیداوار جو زمین کی مقصودی آمدنی نہ ہو اس میں عشر واجب نہیں ہے، لکڑی، گھاس، جھاؤ، کھجور کے پتوں میں عشر واجب نہیں ہو گا، شہد میں عشر ہے مگر اس کی موم یعنی چھتہ میں نہیں اسی طرح جو چیزیں زمین کے تابع ہوتی ہیں یعنی درخت ان میں عشر واجب نہیں ہوتا، البتہ پھل میں وہ عشر واجب ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے، اسی طرح جو چیزیں پھل کے علاوہ درخت سے نکلتی ہیں جیسے گوند، رالی، لاکھ وغیرہ ان میں بھی عشر واجب نہیں ہوتا اور جو بیج زراعت کا مقصود نہیں ہوتے جیسا کہ تربوز، خربوزہ، ککڑی، کھیرے کے بیج ان میں عشر واجب نہیں ہے اس لیے کہ یہ بیج بذات خود مقصود نہیں ہیں اسی طرح دواؤں میں بھی عشر واجب نہیں ہے جیسے ہلیلہ اور قند، اجوائن، کلونجی میں عشر واجب نہیں ہے اور بھنگ، صنوبر کپاس کا درخت اور انجیر میں عشر واجب نہیں ہے، کپاس کی ڈنڈی اور

بینگن کے پودہ میں عشر نہیں ہے اور ان کے پھلوں یعنی کپاس اور بینگن میں عشر واجب ہے اور اگر زمین کو ان ہی چیزوں میں لگا دیا تو عشر واجب ہو گا یعنی کھیت اسی کا ہے۔

مسئلہ۔۔۔ اگر کسی شخص کے گھر میں پھل دار درخت ہو تو اس میں عشر واجب نہیں ہو گا اگرچہ وہ باغ ہو اس لیے کہ وہ گھر کے تابع ہے (شامی 2/66)

عشر کو ساقط کرنے والے امور

مسئلہ۔۔۔ اگر پیداوار مالک کے اختیار کے بغیر ہلاک ہو جائے تو عشر ساقط ہو جائے گا، اور اگر کچھ حصہ ہلاک ہو جائے تو ہلاک شدہ کا عشر ساقط ہو جائے گا، باقی کا دینا واجب ہو گا (بحر الرائق 2/255)

مسئلہ۔۔۔ اگر مالک پیداوار کو ہلاک کر دے تو ہلاک شدہ پیداوار کے عشر کا ضامن ہو گا اور وہ اس کے ذمہ قرض ہو جائے گا اور اگر مالک کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے پیداوار کو ہلاک کر دیا تو مالک اس سے ضمان لے کر اس میں سے عشر ادا کرے گا۔ (بحر الرائق 2/255)

مسئلہ۔۔۔ اگر مالک نے پیداوار کو خود تلف کر دیا ہو اور عشر کے ادا کی وصیت کے بغیر فوت ہو گیا تو عشر ساقط ہو جائے گا۔ (بحر الرائق 2/255)

مسئلہ۔۔۔ گزشتہ زمانہ کا عشر اگر کسی نے ادا نہ کیا ہو تو وہ ساقط نہیں ہوتا بلکہ زمانہ گزشتہ کا عشر ادا کرنا واجب ہے، مرنے لگے تو وصیت واجب ہو گی، فتاوی رشیدیہ

مسئلہ۔۔۔ جس شخص کے ذمے عشر ہو اس کی موت سے وہ ساقط نہیں ہوتا بلکہ اس کے متروکہ غلہ میں سے عشر وصول کیا جائے گا۔ (شامی 2/72)

مسئلہ۔۔۔ اگر زمین عشری یا خراجی کی فصل ایسی آفت سماوی کی وجہ سے تلف ہو جائے جس کا روکنا ممکن نہ ہو مثلاً زیادہ پانی سے فصل غرق ہو جائے یا پانی نہ ہونے کی وجہ سے فصل خشک ہو جائے یا آگ سے جل جائے یا ٹڈی کھا جائے گرمی یا سردی کی شدت

سے سوکھ جائے تو عشر و خراج ساقط ہو جاتا ہے، البتہ اگر تین ماہ کے اندر ایسی زمین سے کوئی دوسری فصل اٹھائی جاسکے تو خراج کی مقررہ رقم ساقط نہیں ہوتی اور آفت غیر سماوی جس کا روکنا ممکن تھا اس کو نہیں روکا گیا مثلا جانوروں کا فصل کو کھاجانا تو خراج کی مقررہ رقم بحال رہے گی اور عشر و خراج مقاسمہ (حصہ داری) ساقط ہو جائیں گے۔ (شامی 72/2)

مسئلہ۔۔۔ اگر کسی شخص نے باوجود طاقت کے زمین میں زراعت نہیں کی تو عشر واجب نہ ہو گا مگر خراج ہو گا۔ (در مختار بر شامی 72/2)

مصارف عشر

عشر کے مصارف وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں اور جس طرح زکوۃ کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی مستحق زکوۃ کو بغیر کسی معاوضہ کے مالکانہ طور پر قبضہ کرادیا جائے اسی طرح عشر کی ادائیگی کا بھی یہی طریقہ ہے (نظام اراضی)

شریعت میں مصرف اس مسلمان کو کہتے ہیں جس کو زکوۃ دینا درست ہو اور جو مصرف زکوۃ کا ہے شرعا وہی عشر کا بھی ہے، قرآن کریم میں مصارف صدقات آٹھ شمار کیے گئے ہیں ان میں پہلا مصرف فقراء ہیں، دوسرا مسکین۔

جس شخص کے پاس اس کی مذکورہ ضروریات اصلیہ سے زائد بقدر نصاب مال نہ ہو اس کو زکوۃ و عشر دیا جاسکتا ہے ضروریات میں رہنے کا مکان وہ اس میں رہتا ہو یا نہ رہتا ہو، استعمالی برتن اور کپڑے، اور استعمالی فرنیچر وغیرہ سب داخل ہیں۔

نصاب یعنی سونا ساڑھے سات تولہ یا چاندی ساڑھے باون تولہ یا اتنی چاندی کی قیمت جس کے پاس ہو اور وہ قرض دار بھی نہ ہو نہ اس کو زکوۃ دینا جائز ہے نہ لینا۔

اسی طرح وہ شخص جس کے پاس کچھ چاندی یا کچھ پیسے نقد ہیں اور تھوڑا سا سونا ہے تو سب کی قیمت لگا کر اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو وہ بھی

صاحب نصاب ہے اس کو زکوۃ دینا اور لینا جائز نہیں ، فقیر اور مسکین کے دونوں مصرفوں میں یہ بات مشترک ہے کہ جس کو مال زکوۃ دیا جائے وہ مسلمان ہو اور حاجات اصلیہ سے زائد بقدر نصاب مال کا مالک نہ ہو۔

تیسرا مصرف

العاملین علیہا ہے یہاں عاملین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلامی حکومت کی طرف سے صدقات زکوۃ وعشر وغیرہ لوگوں سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کرنے کی خدمت پر مامور ہوتے ہیں، عاملین صدقہ کی اصل حیثیت یہ ہے کہ یہ لوگ فقراء کے وکیل کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ ان کا تقرر امیر مملک کی طرف سے ہوتا ہے اور امیر مملکت من جانب اللہ پورے ملک کے فقراء غرباء کا وکیل ہوتا ہے کیونکہ ان سب کی ضروریات کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے اس لیے امیر مملکت جس جس کو صدقات کو وصول یابی پر عامل بنادے وہ سب نائب امیر کی حیثیت سے فقراء کے وکیل ہو جاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ عاملین صدقہ کو جو کچھ دیا گیا وہ در حقیقت زکوۃ نہیں دی گئی بلکہ زکوۃ جن فقراء کا حق ہے ان کی طرف سے معاوضہ خدمت دیا گیا۔

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ وکیل کا قبضہ اصل مؤکل کے قبضہ کے حکم میں ہوتا ہے جب رقم زکوۃ عاملین صدقہ نے فقراء کے وکیل ہونے کی حیثیت سے وصول کرلی تو زکوۃ ادا ہو گئی اب یہ پوری رقم فقراء کی ملک ہے جن کی طرف سے بطور وکیل انہوں نے وصول کی ہے اب جو رقم بطور حق الخدمت کے ان کو دی جاتی ہے وہ مال داروں کی طرف سے نہیں بلکہ فقراء کی طرف سے ہوئی اور فقراء کو اس میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اختیار ہے۔

اس سے دونوں سوال حل ہو گئے ایک یہ کہ مال زکوۃ کو معاوضہ خدمت میں کیسے دیا

گیا؟ دوسرا یہ کہ مال دار کے لیے یہ مال زکوۃ حلال کیسے ہوا؟ (ماخوذ از معارف القرآن بتغیر ج4)

عامل کا لفظ ساعی اور عاشر دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، ساعی وہ ہے جو کہ سائمہ جانوروں کی زکوۃ وصول کرنے کے لیے قبیلوں میں بھیجا جائے اور عاشر وہ ہے جس کو امام نے عشر وصول کرنے کے لیے راستہ پر مقرر کیا ہو۔

بیان مذکور سے معلوم ہوا کہ عاملین صدقہ کو جو رقم مد زکوۃ سے دی جاتی ہے باوجود غنی و مال دار ہونے کے بھی وہ اس رقم کے مستحق ہیں اور مصارف زکوۃ کی آٹھ مدات میں سے صرف ایک یہی مد ایسی ہے جس میں رقم زکوۃ بطور معاوضہ خدمت دی جاتی ہے اگر کسی غریب فقیر کو کوئی خدمت لے کر مال زکوۃ دیا گیا تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی۔ (معارف القرآن ج4)

مسئلہ۔۔۔ اگر عامل ہاشمی کو صدقات وصول کرنے کے واسطے مقرر کیا جائے اور اس کو اس میں سے روزینہ دیں تو اس کو لینا نہیں چاہیے اور اگر وہ یہ کام کرے اور روزینہ دوسری مد میں سے دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ہاشمی کو عامل بنان درست ہے مگر اس کو صدقات سے اجرت لینا حلال نہیں۔ (بحر الرئق 2/259)

مسئلہ۔۔۔ اگر عامل کے پاس مال ہلاک ہو جائے تو مال والوں کے ذمہ سے فرض ادا ہو جاتا ہے اس لیے کہ عامل کا قبضہ بمنزل امام کے قبضہ کے ہے اور وہ فقراء کی طرف سے ان کا نائب یعنی ولی ہے۔ (بحر الرئق 2/259)

چوتھا مصرف

مصارف زکوۃ میں سے مؤلفۃ القلوب ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی دل جوئی کے لیے ان کو صدقات دیئے جاتے تھے۔

تحقیقی اور صحیح بات یہ ہے کہ غیر مسلموں کو صدقات وغیرہ سے کسی وقت کسی زمانہ میں

حصہ نہیں دیا گیا اور نہ وہ مؤلفۃ القلوب میں داخل ہیں جن کا ذکر مصارف صدقات میں آیا ہے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ان سب کو شمار کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ مؤلفۃ القلوب سب کے سب مسلمان ہی تھے ان میں کوئی کافر شامل نہیں تھا، اسی طرح تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر کو مال زکوۃ میں سے اس کی دل جوئی کے لیے حصہ دیا ہو اور بعض روایات حدیث سے غیر مسلموں کو کچھ عطیات دینا ثابت ہے جیسے صفوان ابن امیہ کو کافر ہونے کے زمانہ میں کچھ عطیات دیئے وہ بیت المال کے خمس میں سے دیئے گئے تھے۔

اس تحقیقی بات سے ثابت ہوا کہ مؤلفۃ القلوب صرف مسلمان تھے غیر مسلم نہیں تھے اور ان میں جو فقراء ہیں ان کا حصہ اب بھی باقی ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔
(ماخوذ از معارف القرآن 4/404)

پانچواں مصرف

"فی الرقاب" کے لفظ سے ذکر فرمایا گیا ہے اس سے مراد وہ غلام ہیں جن کے آقاؤں نے مال کے کسی مقدار معین کے بدلے آزاد کرنے کو کہا ہو جس کو مکاتب بنانا کہتے ہیں، آیت مذکورہ میں رقاب سے مراد یہ ہے کہ اس غلام کو رقم زکوۃ میں سے حصہ دے کر اس کی گلو خلاصی میں امداد کی جائے (معارف القرآن بتغیر ج4)

چھٹا مصرف

الغارمین بتلایا گیا ہے کہ غارم کے معنی قرضدار کے ہیں، یہ بھی زکوۃ کا مصرف ہے جبکہ اس کے پاس ادائے قرض کے لیے مال نہ ہو اور یہ ہاشمی بھی نہ ہو۔ (شامی)

ساتواں مصرف

فی سبیل اللہ ہے، فی سبیل اللہ سے مراد غازی اور مجاہد ہے جس کے پاس اسلحہ اور جنگ

کا ضروری سامان خریدنے کے لیے مال نہ ہو یا وہ شخص جس کے ذمہ حج فرض ہو چکا ہو مگر اس کے پاس اب مال نہ رہا ہو اسی طرح حضرات فقہانے طالب علموں کو بھی اس میں شامل کیا ہے کہ وہ بھی ایک عبادت کی ادائیگی کے لیے لیتے ہیں، فی سبیل اللہ کی جو تفسیریں مذکور ہیں سب میں فقیر و حاجتمند کی شرط ملحوظ ہے غنی صاحب نصاب کا اس میں بھی حصہ نہیں بجز اس کے کہ اس کا موجود مال اس ضرورت کو پورا نہ کر سکتا ہو جو جہاد یا حج کے لیے در پیش ہے۔(معارف القرآن بتغیر ج2)

آٹھواں مصرف

ابن السبیل ہے سبیل کے معنی راستہ کے ہیں اور عربی محاورات میں ابن اور اب اور اخ کے الفاظ ان چیزوں کے لیے بھی بولے جاتے ہیں جن کا گہرا تعلق کسی سے ہو اسی محاورہ کے مطابق ابن السبیل راہگیر و مسافر کو کہا جاتا ہے اور مصارف زکوہ میں اس سے مراد وہ مسافر ہے جس کے پاس سفر میں بقدر ضرورت مال نہ ہو اگرچہ اس کے وطن میں اس کے پاس کتنا ہی مال ہو ایسے مسافر کو مال زکوۃ دیا جا سکتا ہے (معارف القرآن بتغیر ج4)

مسئلہ۔۔۔ فقیر مسافر کو زکوۃ کے مال سے اپنی حاجت کی مقدار لینا حلال ہے اور حاجت سے زیادہ لینا حلال نہیں یعنی جس قدر اس کے گمان غالب میں آئے کہ یہ بقدر حاجت ہے اس قدر لے اس سے زیادہ نہ لے بخلاف محض فقیر کے کہ اس کو حاجت سے زیادہ لینا بھی درست ہے۔(شامی)

مسئلہ۔۔۔ ابن السبیل کے حکم میں وہ شخص بھی شامل ہے جو اپنے شہر میں اپنے مال سے جدا ہو اور صدقہ لیے بغیر اس پر قادر نہ ہو کیونکہ وہ سر دست فقیر ہے اگرچہ ظاہرا غنی ہے۔(شامی)

مسئلہ۔۔۔ اوپر جن آٹھ مصارف کا بیان ہوا یہ سب زکوۃ ادا کرنے کے لیے مصرف

ہیں، مالک کو اختیار ہے ان میں سے ہر قسم کے آدمی کو تھوڑا تھوڑا دے یا ایک ہی قسم کے آدمی کو سب زکوۃ دے اور اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ ایک شخص کو دے دے اگر چہ دوسری اقسام کے لوگ بھی موجود ہیں۔

مسئلہ۔۔۔ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے یہ شرط ہے کہ تملیک کے طور پر مال دیا جائے، اباحت کے طور پر نہ ہو اباحت اور تملیک میں فرق یہ ہے اباحت سے اس چیز کا صرف کام میں لانا مباح ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ اس میں جو تصرف چاہے کر سکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے۔

مسئلہ۔۔۔ زکوۃ کے مال میں سے مسجد بنانا، پل بنانا، پانی کی سبیل بنانا، راستے بنانا، نہر کھودنا، خانقاہ، ہسپتال، مدارس کی تعمیر، اشتہار، پوسٹر وغیرہ غرضیکہ ایسی جگہوں میں خرچ کرنا جن میں مالک نہیں بنایا جاتا جائز نہیں ہے، اسی طرح مال زکوۃ سے میت کو کفن دینا بھی جائز نہیں کیونکہ میت میں تملیک کی شرط نہیں پائی جاتی اس لیے کہ کفن تبرع کرنے والے کی ملکیت رہتا ہے کہ وہ مالک بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اسی طرح زکوۃ کے مال سے میت کا قرض ادا کرنا بھی جائز نہیں البتہ اگر کسی زندہ فقیر کا قرض اس کے حکم سے ادا کیا تو زکوۃ ادا ہو جائے گی اور اگر بغیر حکم کے ادا کیا تو زکوۃ ادا نہ ہو گی اور قرض ساقط ہو جائے گا۔ (شامی ج2)

مسئلہ۔۔۔ زکوۃ و عشر بلا معاوضہ دیا جائے کسی خدمت اذان، امامت، تعلیم یا کسی کام کی تنخواہ میں نہ ہو۔

مسئلہ۔۔۔ عشر و زکوۃ میں مال ادا کیا جائے، نوٹ، چیک، ڈرافٹ، کوئی ٹکٹ باؤنڈ وغیرہ نہ دیا جائے کیونکہ یہ مال نہیں ہیں، ان کے دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی، البتہ جب ان کی کوئی جنس وغیرہ خرید کر قبضہ کر لیا گیا تو عشر و زکوۃ ادا ہو جائیں گے اور اگر وہ گم ہو گیا یا قرض میں یا کرایہ میں فیس میں دے دیا تو زکوۃ و عشر ادا نہ ہوں گے۔

مسئلہ۔۔۔ اگر ہسپتالوں میں حاجت مند غریب کو مالکانہ حیثیت سے دوا دے دی جائے اس کی قیمت، رقم زکوۃ میں محسوب ہو سکتی ہے (معارف القرآن ج4)
اسی طرح تعلیم گاہوں میں مستحق زکوۃ کو کھانا، کپڑا وغیرہ مالکانہ حیثیت سے دینے کا حکم ہے۔ (حوالہ بالا)

مسئلہ۔۔۔ عشر و زکوۃ میں جو حصہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے اگر بجائے اس جنس کے اس کی قیمت دے دی جائے تو بھی جائز ہے۔ (شامی 2/29)

مسئلہ۔۔۔ جس شخص پر زمین کا پیداوار کا عشر واجب ہو وہ عشر بھی ادا کرے گا اور اگر صاحب نصاب نہ ہو تو اس کو دوسرے شخص کا عشر لینا بھی درست ہے (ماخوذ از فتاوی رشیدیہ)

جن لوگوں کو زکوۃ و عشر دینا جائز نہیں ہے

مسئلہ۔۔۔ عشر و زکوۃ ذمی کو دینا جائز نہیں۔

مسئلہ۔۔۔ مال دار یا نصاب کا مالک ہو یعنی جس کے پاس روز مرہ کی ضروریات سے بچ کر کسی قسم کا مال بھی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت یا زیادہ کا ہو اس کو زکوۃ و عشر دینا جائز نہیں۔

مسئلہ۔۔۔ اپنی اصل یعنی ماں یا باپ یا اور ان سے اوپر کے دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ کو اور اپنی نسل یعنی بیٹا، بیٹی اور ان سے نیچے کے لوگ پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔ (شامی 2/86)

مسئلہ۔۔۔ اولاد خواہ نکاح سے ہو یا بغیر نکاح سب کو یہ حکم شامل ہے اور اسی حکم میں وہ بھی شامل ہیں جن کے نسب کا لعان کے ساتھ انکار کیا گیا ہو۔ (شامی)

مسئلہ۔۔۔ خاوند کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے خاوند کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔ (شامی)

مسئلہ۔۔۔ جس عورت کو طلاق دے دی ہو اور وہ ابھی عدت میں ہو اگرچہ تین طلاق

کی عدت ہو اس کو بھی زکوۃ دینا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔(شامی2/87)

مسئلہ۔۔۔زکوۃ وعشر کا مال بنی ہاشم کو دینا جائز نہیں، بنی ہاشم سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس، حضرت عقیل، اور حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کی اولاد ہے۔(شامی2/21)

مسئلہ۔۔۔ اصول وفروع اور زوجین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں مثلا بھائیوں، بہنوں، چچاؤں، چچیوں، خالاؤں، پھوپھیوں، ماموں کو جب کہ وہ حاجت مند ہوں دینا جائز بلکہ اولیٰ ہے اس لیے کہ اس میں صدقہ کے ساتھ صلہ رحمی بھی ہے۔ (شامی2/21)

مسئلہ۔۔۔ اصول وفروع اور بیوی کے علاوہ جس رشتہ دار کا نفقہ اس شخص پر واجب ہے وہ اس رشتہ دار کو زکوۃ دے تو جائز ہے جب کہ وہ اس زکوۃ کو نفقہ کے حساب میں شمار نہ کرے۔(شامی2/3)

مسئلہ۔۔۔نابالغ اولاد اپنے باپ کے غنی ہونے سے غنی شمار کی جاتی ہے، بخلاف بڑی یعنی بالغ اولاد کے کہ وہ اپنے باپ کے غنی ہونے سے غنی شمار نہیں ہوتی اور نہ بیٹے کے غنی ہونے سے باپ غنی شمار ہوتا ہے اور نہ خاوند کے غنی ہونے سے بیوی غنی شمار ہوتی ہے، اور نہ نابالغ لڑکا ماں کے غنی ہونے سے غنی شمار ہوتا ہے۔(شامی2/20)

مسئلہ۔۔۔اموال ظاہرہ کی زکوۃ اگر اسلامی حکومت جبرا وصول کرے تو چونکہ حکومت کو اس کے وصول کرنے کا حق حاصل ہے اس لیے زکوۃ ادا ہو جائے گی، مگر اموال باطنہ کی زکوۃ جبرا وصول کرنے سے ادا نہیں ہوگی اس لیے کہ اموال باطنہ کی زکوۃ وصول کرنے کا حق حکومت کو نہیں ہے۔(شامی2/33،34)

زمینوں کے عشری اور خراجی ہونے کا بیان

عشری اور خراجی زمینوں کی تعریف

جو زمین مسلمانوں نے کافروں سے جنگ کر کے فتح کی ہو اور فتح کر کے مسلمانوں کے امیر نے وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دی ہو تو وہ زمین عشری کہلاتی ہے اسی طرح کسی جگہ کے کافر باشندے خود بخود ہی بغیر جنگ کے مسلمان ہو گئے ہو تو ان کی زمین بھی عشری کہلاتی ہے، لیکن اگر وہ زمین جنگ کر کے فتح نہیں کی گئی بلکہ بغیر جنگ کیے صرف صلح سے فتح ہوئی اور زمین ان کے کافر مالکوں ہی کے قبضہ میں چھوڑ دی گئی تو زمین عشری نہیں، اسی طرح اگر وہ زمین فتح تو کی جنگ کر کے لیکن مسلمانوں میں تقسیم نہیں کی گئی بلکہ ان کے کافر مالکوں ہی کے قبضہ میں چھوڑ دی گئی تو وہ زمین بھی عشری نہیں۔(ہدایہ ج2)

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگوں کو فتاوی عالمگیریہ کے جزیہ ذیل سے شبہ ہو گیا ہے کہ پاکستان کی تمام زمینیں خراجی ہیں کیونکہ اس ملک کو محمد بن قاسم نے فتح کر کے مالکان اراضی کی ملکیت کو برقرار رکھا اور ان پر خراج مقرر فرمایا تو فتح اول میں یہ تمام زمینیں غیر مسلموں کی مملوکہ ہونے کی وجہ سے خراجی قرار پائیں اور قاعدہ ہے کہ ملک کی فتح اول کے وقت جو زمینیں عشری یا خراجی قرار پائی ہیں حکومت کے بدلنے سے ان کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اس لیے حکومت پاکستان کے ان اراضی پر مالکانہ قبضہ کرنے سے ان کی پہلی حیثیت یعنی خراجی ہونے میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے، عالمگیریہ میں ہے:

ثم هذه الدار اذا صارت دار الحرب بالاجتماع الشروط الثلاثة لو افتتحها الامام ثم جاء اهلها قبل القسمة اخذوها بغير شئى وبعد القسمة بالقيمة ولو افتتحها الامام عادت الى الحكم

الاول الخراجی یصیر خراجیا والعشری یصیر عشریا الا اذا کان الامام وضع علیھا الخراج قبل ذلك فانھا لا تعود عشریة ھکذا فی السراج الوھاج (عالمگیری 2/232)

اس شبہ کا ازالہ اس طرح ہے کہ اول تو فتح اول کے وقت میں بہت سے لوگوں کا مسلمان ہو جانا معتبر کتب تاریخ سے ثابت ہے، ولید بن عبد الملک کے آخری زمانہ میں جب راجہ داہر کے بیٹے جیسیہ اور دوسری ریاستوں کے راجہ بغاوت کر کے خود مختار بن گئے، پھر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی دعوت اسلام پر ہندو راجہ مسلمان ہو گئے، اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ان راجاؤں کو ان کی ریاستوں پر حاکم مقرر کر کے ان کی تمام اراضی پر ان کی ملکیت برقرار رکھی اور ظاہر ہے مسلمان ہونے کے بعد ان کی اراضی پر خراج نہیں لگایا جا سکتا بلکہ اب وہ سب زمینیں عشری ہوں گی۔

اس کے علاوہ اسلامی فتوحات کے بعد جو نئے شہر اور نئی بستیاں باجازت حکومت اسلامی مسلمانوں نے بسائیں ان کی زمینوں کے پہلے مالک احیاء اموات کے اصول کی رو سے یہ مسلمان ہی ہوئے اور یہ زمینیں عشری ہوئیں۔

اس کے علاوہ ایک اور احتمال بھی ہے کہ ان اراضی کے پہلے مالک مسلمان ہی ہوں وہ یہ کہ محمد بن قاسم کی فتوحات کے وقت جو زمین ہندو مالکان کے قبضہ میں بدستور رکھی گئی تھی اور اس پر خراج عائد کیا گیا تھا کچھ عرصہ کے بعد وہ زمینیں غیر آباد یا لاوارث ہو کر پھر بیت المال کے قبضہ میں آگئی ہوں اور متولی بیت المال نے پھر یہ زمین کسی مسلمان کو مالکانہ حیثیت سے دے دی ہو اس صورت سے اس زمین پر مسلمان کی ملکیت اول فتح کے بعد ہوئی ہے مگر زمین کے غیر آباد ہو جانے اور لاوارث رہ جانے کے سبب اول یہ زمین بیت المال کی ملک میں داخل ہوئیں، پھر بیت المال کی طرف سے از سر نو مسلمانوں کو مل گئیں تو ابتدائی ملکیت مسلمان ہی کی قرار پائے گی اور عشری قرار دی

جائے گی۔(نظام اراضی168)

اس لیے اس علاقہ عام زمینوں پر فتح اول کے وقت غیر مسلم مالکان کی ملکیت برقرار رہنے اور فتح اول میں ان پر خراج مقرر ہونے سے اس علاقہ کی تمام زمینوں کا خراجی ہونا لازم نہیں آتا، اس لیے کہ مذکورہ بالا چند صورتوں کے ذریعہ اس علاقہ کی زمینوں میں بھی یہ احتمال ہے کہ ان کا پہلا مالک مسلمان ہو اس لیے جو زمینیں سندھ، پنجاب یا ہندوستان کے کسی دوسرے علاقہ میں مسلمانوں کے اندر نسلا بعد نسل متوارث چلی آرہی ہیں اور کسی غیر مسلم سے ان کے خریدنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو بطور استصحاب حال کے ان زمینوں کا پہلا مالک مسلمانوں ہی کو سمجھا جائے گا، اور وہ زمینیں عشری قرار دی جائیں گی۔

فتاوی عالمگیریہ کے مذکورہ بالا جس جزئیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فتح اول کے بعد حکومت کی تبدیلی اور دوبارہ حکومت قائم ہونے کے بعد بھی زمینوں کی فتح اول کے وقت کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جو زمین پہلے خراجی تھی وہ خراجی رہتی ہے اور جو عشری تھی وہ عشری ہی رہتی ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ حکومت پاکستان کے قیام کے بعد بھی زمینوں کی سابقہ حیثیت برقرار رہنی چاہیے یعنی جو زمین پہلے خراجی تھی وہ بدستور خراجی ہی رہے اور جو عشری تھی وہ عشری رہنی چاہیے۔

لیکن عبارت عالمگیریہ ہی میں غور کرنے کے بعد بات صاف ہو جاتی ہے کہ زمینوں کی حیثیت تبدیل نہ ہونے کا یہ حکم عام اور ہر زمین کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ یہ حکم خاص ایسی زمینوں کے بارے میں ہے اور انہی کے ساتھ مخصوص ہے جن پر مسلمانوں کی حکومت نے قبضہ کرنے کے بعد ان کو سابقہ مالکان کو واپس کر دیا ہو اور جن زمینوں کو تقسیم کر کے مسلمانوں کی ملکیت قرار دے دیا یا تقسیم کے بغیر ان کو بیت المال کی ملکیت مین رکھا ہو تو ان زمینوں کا یہ حکم نہیں ہے، ایسی زمینیں اگر مسلمانوں کی ملکیت

میں آئیں گی تو اب ان کی سابقہ حیثیت (خراجی ہونا) برقرار نہیں رہی گی، بلکہ وہ زمین مسلمانوں کی ابتدائی ملک متصور ہو کر عشری قرار پائیں گی، جیسا کہ تقسیم ملک اور قیام پاکستان کے بعد ہندوؤں کی متروکہ اراضی پر جب حکومت پاکستان نے قبضہ کر کے ان کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تو اب وہ خراجی نہیں رہیں بلکہ ان کی حیثیت تبدیل ہو کر عشری ہو گئی۔

بدائع کی عبارت ذیل سے یہ بات واضح ہے:

واذا صارت دار الحرب فحکمها اذظهرنا علیها وحکم سائر دور الحرب سواء وقد ذکرناه ولو افتتحها الامام ثم جاء اربابها فان کان قبل القسمة اخذوا بغیر شئی وان کان بعد القسمة اخذوا بالقیمة ان شاؤا لماذ کرنا من قبل وعاد الماخوذ علی حکم الاول الخراجی عاد خراجیا والعشری عاد عشریا لان هذا لیس استحداث الملك بل هو عود قدیم الملك الیه فیعود بوظیفته الا اذا کان الامام وضع علیها الخراج قبل ذلك فلا یعود عشریا لان تصرف الامام صدر عن ولایة شرعیة فلا یحتمل النقض (بدائع الصنائع 121/7)

اب اصول یہ ہوا کہ ملک کی فتح کے بعد جن زمینوں کو ان کے سابقہ مالکوں کو واپس کر دیا گیا ہو ان کی سابقہ حیثیت میں تبدیل نہیں آتی ورنہ اسلامی حکومت کے قبضہ کرنے کے بعد ہر طرح کا تصرف کرنے کا اختیار حکومت کو حاصل ہو جاتا ہے اور حکومت کے تصرف سے زمینوں کی سابقہ کی سابقہ حیثیت بھی تبدیل ہو سکتی ہے یہاں تک کہ عشری زمین پر اگر خراج لگا دیا گیا ہو تو وہ بھی نافذ ہو جائے گا۔

اسی اصول کے تحت محمد بن قاسم کے بعد مختلف زمانہ میں فتوحات اسلامیہ کے بعد زمینوں کی حیثیت میں بھی تبدیلی آتی رہی ہے جس کی تفصیل اور مختلف صورتیں بیان کر دی گئی ہیں۔

پاکستان کی کون سی زمینیں عشری اور کون سی خراجی ہیں؟

متروکہ غیر مسلم زمینوں کا حکم

1: غیر مسلموں کی متروکہ زمین جو حکومت پاکستان نے مہاجرین میں تقسیم کیں یہ سب زمینیں عشری ہیں، پاکستان بننے سے پہلے خواہ ان کی حیثیت کچھ بھی ہو کیونکہ بنائے پاکستان اور دونوں حکومتوں کے معاہدہ تبادلہ جائداد ختم ہو جانے کے بعد یہ سب اراضی بیت المال کی ملک میں داخل ہو کر حکومت کی تقسیم کے ذریعہ مسلمانوں کی ملک ابتدائی بن گئیں اور مسلمانوں کی زمینوں پر عشر ہی لگایا جانا چاہیے اس لیے یہ سب زمینیں عشری ہیں (نظام اراضی)

اگر ان متروکہ زمینوں میں سے مہاجر کی بجائے کسی مسلمان کو کوئی زمین حکومت نے دی ہو تو اس کا حکم بھی یہی ہو گا یعنی وہ عشری ہو گی۔

حکومت پاکستان کی آباد کردہ زمینوں کا حکم

2: اسی طرح وہ زمینیں جو پاکستان قائم ہونے سے پہلے غیر آباد تھیں کسی شخص کی ملکیت نہیں تھیں بعد میں حکومت پاکستان نے ان میں پانی پہنچانے کے ذرائع مہیا کر کے ان کو آباد کیا اور مسلمانوں کو بقیمت یا بغیر قیمت تقسیم کیا، جیسے پنجاب میں تھل کا علاقہ اوسندھ میں کوٹری کا علاقہ یہ سب زمینیں بھی چونکہ ابتدائی ملکیت مسلمانوں کی ہو گئیں اس لیے یہ بھی عشری قرار دی جائیں گی، بشرطیکہ ان کی آب پاشی سندھ وپنجاب کے بڑے بڑے دریاؤں سے ہوتی ہو جو قدرتی پر جاری ہیں کسی حکومت کے بنائے ہوئے نہیں کیونکہ ایسے دریاؤں کا پانی عشری ہے، پنجاب میں تھل کا علاقہ، سندھ میں کوٹری بیراج کا علاقہ اور اندرون سندھ کی جدید آباد کردہ سب زمینوں کا یہی حکم ہے۔ (نظام اراضی)

غیر مسلم کی زمینوں کا حکم

3: مذکورہ دو قسم کی زمینوں کے علاوہ پاکستان کی جو زمینیں غیر مسلموں کی ملک میں ہیں ان پر خراج کا ہونا متعین ہے۔ (نظام اراضی)

پاکستان بننے سے پہلے مسلمانوں کی مملوکہ زمینوں کا حکم

4: اب باقی رہیں وہ زمینیں جو پاکستان بننے سے پہلے سے مسلمانوں کی ملک ہیں پھر یا تو وہ زمینیں اسلامی فتوحات کے وقت کسی مسلمان کو مالکانہ طور دی گئیں تھیں تب تو وہ عشری ہوں گی اور ان کی پیداوار میں عشر واجب ہو گا یا اول فتح کے وقت وہ زمینیں آباد اور قابل کاشت ہی نہیں تھیں پھر کسی مسلمان نے حکومت کی اجازت سے اسے قابل کاشت بنالیا اس طرح وہ اس کا مالک ہو گیا تو اس زمین میں بھی عشر واجب ہو گا یا قدیم مالک زمین غیر مسلم کو اس کی ملکیت پر برقرار رکھ کر اس پر خراج عائد کیا گیا ہو پھر مسلمانوں نے ان سے خریدی یا کسی کافر نے ہبہ کی تو یہ زمین باوجود مسلمان کی ملک کے خراجی ہی رہے گی یا یہ کہ کسی غیر مسلم نے زمین کو قابل کاشت بنالیا اور اس طرح وہ اس کا مالک ہو گیا اور اس پر خراج لگا یا پھر اس سے مسلمان خرید کر یا ہبہ کے طور پر اس کی ملکیت حاصل کی تو اس پر سابق وظیفہ خراج ہی جاری رہے گا۔ (نظام اراضی)

خلاصہ یہ ہے کہ زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کے لیے اصول تو یہی ہے کہ ملک کی فتح کے وقت اسلامی حکومت نے جو زمین کسی کافر کی ملکیت تسلیم کر لی وہ خراج ہے اور جو کسی مسلمان کو دے دی وہ عشری ہے۔

لیکن شخصی طور پر ہر زمیندار کی زمین کے متعلق فتح اول کی حیثیت کا آج معلوم کرنا جب کہ اسلامی فتوحات پر سالہا سال گزر چکے ہیں ان میں سینکڑوں انقلاب آئے ہیں ظاہر ہے کہ عادتاً ناممکن اور متعذر ہے اس لیے جو زمینیں سندھ پنجاب یا کسی دوسرے علاقہ میں مسلمانوں کے اندر نسلاً بعد نسل متوارث چلی آرہی ہیں اور ان کے متعلق کافی ثبوت اس کا موجود نہیں ہے کہ وہ اول غیر مسلموں کی ملکیت میں آئی ہیں ان کو

بطور استصحاب حال کے اول سے ہی مسلمانوں کی ملکیت قرار دے کر عشری کہا جائے گا۔(نظام اراضی)

جو وظیفہ عشر کا خراج کا کسی زمین پر ابتداء عائد ہو گیا پھر وہ وظیفہ مالک کے بدلنے سے متبدل نہیں ہوتا اس لیے اگر کسی غیر مسلم کی خراجی زمین کو کوئی مسلمان خرید لے تو اس مسلمان پر خراج ہی واجب ہو گا اس کا مقتضا یہ تھا کہ اگر معاملہ بر عکس ہو کہ مسلمان کی عشری زمین کو کوئی غیر مسلم خرید ے تو اس پر بھی عشر ہی واجب رہے لیکن چونکہ عشر عبادت ہے اور کوئی غیر مسلم عبادت شرعیہ کا اہل نہیں اس لیے جمہور کے قول کے مطابق عشری زمین جب کسی غیر مسلم کی ملک میں منتقل ہو جائے تو اس کا فریضہ عشر نہیں بلکہ خراج ہو جائے گا۔(نظام اراضی بتغیر)

خلاصہ یہ ہے کہ:

(الف)۔۔جو زمینیں غیر مسلم کی ملکیت میں ہیں۔

(ب)۔۔ ایسی زمینیں جن کا کسی وقت غیر مسلم کی ملکیت میں رہنا معلوم ہو اور ان دو قسموں کے علاوہ پاکستان کی تمام زمینیں عشری تصور کی جائیں گی۔

قیام پاکستان کے وقت غیر مسلموں کی متروکہ زمینیں اگر چہ ضمن(ب) میں آتی ہیں اور اس کا تقاضا یہ تھا کہ ان پر خراجی ہونے کا حکم لگایا جاتا مگر چونکہ حکومت پاکستان نے ان اراضی پر مالکانہ قبضہ کرنے کے بعد ان کو مسلمانوں پر تقسیم کیا ہے، اس لیے یہ اراضی بیت المال کے ملک میں داخل ہو کر تقسیم کے ذریعہ مسلمانوں کی ابتدائی ملک بن گئیں اس لیے یہ زمینیں عشری ہوں گی، جیسا کہ قسم اول میں گزر چکا ہے البتہ اگر ان زمینوں میں سے حکومت نے کسی غیر مسلم کو بھی کوئی زمین دی ہو تو اس پر قاعدہ کے مطابق خراج لگایا جائے گا۔

اراضی نہر علاقہ فیصل آباد و سرگودھا

قیام پاکستان سے پہلے

حقیقت ان اراضی کی یہ ہے کہ مدت ہائے دراز سے بے آباد پڑیں تھیں ارو کوئی خاص مالک ان کا معلوم نہیں تھا۔ تھوڑے تھوڑے ٹکڑے بذریعہ آب چاہی یا بارشی کے آباد تھے ان بے آباد زمینوں کو جن کا کوئی مالک معلوم نہ تھا، انگریزی حکومت نے دریائے چناب اور جہلم اور سندھ سے نہریں کھدوا کر مسلمانوں اور غیر مسلموں سے آباد کرایا اور حسب شرائط مجوزہ آباد کرنے والوں کو ان کا مالک قرار دے دیا۔

حکم ان اراضی کا یہ ہے کہ جس زمین کو غیر مسلموں نے آباد کیا تھا وہ بالاتفاق خراجی ہیں جیسا کہ در مختار میں ہے۔

وموات احیاها ذمی اور ضخ له كمامر خراجی

اور شامی میں ہے:

لانه ابتداء وضع على الكافر وهو اليق به. كمامر

(شامی 3/357)

اور جس زمین کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے اس کے عشری یا خراجی ہونے میں اختلاف ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی صورت میں چونکہ قرب وجوار کا اعتبار ہوتا ہے اور ان زمینوں کے قرب وجوار کی زمینیں عشری ہیں اس لیے یہ زمینیں عشری ہوں گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چونکہ ایسی صورت میں پانی کا اعتبار ہے یعنی اگر پانی عشری سے سیر اب ہو تو عشری ہو گی اور اگر پانی خراجی سے سیر اب ہو تو خراجی ہو گی اور ان نہروں کا پانی چونکہ خراجی ہے اس لیے یہ زمینیں خراجی ہوں گی، تحقیق اور دلیل کی رو سے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب قوی اور راجح ہے اور فقہا نے اسی پر فتوی دیا ہے۔

1: چنانچہ علامہ شامیؒ نے کہا ہے:

وحاصله انه سیاتی ان ما احیاہ مسلم یعتبر قربه عند ابی یوسف ؒ وعند محمد ؒ یعتبر الماء والمعتمد الاول

(شامی 3/351)

اور در المنتقی میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور متن ملتقی میں ابو یوسف کے مذہب کو مقدم کر کے راجح قرار دیا ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے:

وقدمه فی متن الملتقی فافاد ترجیحه علی قوله محمد (شامی 359/3)

2: جب آباد کرنے والے مسلمان ہیں تو عشری کے مستحق ہیں نہ کہ خراجی کے کیونکہ مسلمانوں کے زیادہ مناسب حال عشر ہی ہے۔

3: عشر کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے اس کا ثبوت یقینی ہے اور پانی خراجی کہ وجہ سے اس کا سقوط ظنی چونکہ یہ صرف ایک روایت غیر مفتی بہ ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اس لیے عشر کی فرضیت اس شک سے ساقط نہ ہوگی۔

4: بعض خاص صورتوں کے علاوہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑ کر امام محمدؒ کے قول پر عمل کرنا اور فتویٰ دینا خرق اجماع ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے بحث رسم المفتی میں تصریح کی ہے۔

والفتوی بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقر وجهه (شامی 55/1)

عشری پانی

فقہاء کی تصریحات کے مطابق عشری پانی چار ہیں:

1. بارش کا پانی۔
2. کنوئیں کا پانی۔

3. چشمہ کا پانی۔
4. ایسے دریاؤں کا پانی جو کسی کی خاص ملکیت اور ولایت میں داخل نہیں ہیں (جیسے دریا سندھ، جہلم، چناب) ماخوذ شامی 3/359)

خراجی پانی

ان نہروں کا پانی خراجی ہے جن کو کافروں کھدوایا ہے اور پھر مسلمانوں کے قبضہ میں بطور غلبہ کے آگئیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین